عصرِ حاضر میں ٹرانسپلانٹیشن کی ضرورت واہمیت اور تصور اجتہاد کی روشنی میں مسائل کا حل

Transplantation in Modern Times: Its Importance and Solutions to Issues in Light of "Ijtihad"

Dr. Mairaj Ali
Assistant Professor, Department of Social Sciences, Namal University Mianwali
Email: Mairaj.ali@namal.edu.pk

Dr. Ghous Uddin Khan
Assistant Professor, Hamdard University (HU) Karachi
Email: Ghausuddin309@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract:
It is an undeniable fact that the present era is the era of development of science and technology and at this time scientific research and inventions are at their peak. While science has progressed in other fields, the medical field has also progressed to an amazing extent. In this era, such devices and modern machines have been invented for the treatment of different types of diseases, which were unimaginable some time ago. For example, ultrasound system, X-ray machine, operation equipment, different types of tests, such as blood test, BP test, sugar test, hepatitis test and uric acid test, and many other diseases and Disease tests etc.
This journey of development in the medical field is not only ongoing but its discovery and inventions are increasing day by day. But along with these inventions, there is also an increase in new jurisprudential issues from the Islamic point of view. Although there are a large number of modern day problems in the medical field, but here in this article, among the problems and difficulties of the medical field, the new problems of transplantation and their Shariah solutions will be presented in a comprehensive manner, as well as ijtihad and conclusions regarding the solution of these problems. However, when these types of new jurisprudential problems arose in the present era, the experts of that time, reliable scholars with expertise in medical problems, examined the jurisprudential issues with attention and inform people about their validity and non-justification. Therefore, for this purpose, committees consisting of researchers and scholars were formed and these issues were considered and then after discussion and analysis. On the basis of arguments, the agreed solutions to the problems were presented to the people.

Keywords: *Transplantation, Ijtihad, Science and Technology, Operation, Modern research, Problems and Difficulties, Shari'ah*

ابتدائیہ(Introduction)

یہ بات ایک مسلمہ حقیقت(Undeniable fact) ہے کہ موجودہ دور سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے اور اس وقت سائنسی تحقیقات وایجادات(Inventions) اپنے عروج پر ہیں۔ جہاں سائنس نے دوسرے شعبوں میں ترقی کی ہے، وہیں میڈیکل فیلڈ میں بھی نہایت حیران کُن اور حیرت انگیز(amazing) حد تک ترقی کی ہے۔ اس زمانے میں مختلف قسم کی بیماریوں کے علاج ومعالجہ(Treatment) کے لیے ایسے آلات اور جدید مشینریاں ایجاد ہو چکی ہیں، جن کا آج سے کچھ عرصہ پہلے دور دور تک تصور نہیں تھا، مثلاً: الٹراساؤنڈ سسٹم، ایکسرے مشین، آپریشن کے آلات، مختلف الانواع ٹیسٹ(Different types)، جیسے بلڈ ٹیسٹ، BPٹیسٹ، شوگر ٹیسٹ، ہیپاٹائٹس ٹیسٹ(Hepatitis test) اور یورک ایسڈ ٹیسٹ، اور ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سی بیماریوں اور امراض کے ٹیسٹ وغیرہ۔ اسی طرح تیز رفتاری سے جلد نفع بخش ادویات(Medicines) اور متعدد نوعیت کی کامیاب سرجریاں(Surgeries) بھی سائنسی تحقیقات وایجادات کے باعث ہی ممکن ہوا ہے۔ نیز میڈیکل فیلڈ کی ایک بہت بڑی پیش رفت اعضاء کی پیوند کاری(Transplantation) ہے، یعنی ایک انسان کے جسم کا کوئی حصہ اسی کے جسم میں دوسری جگہ لگانا، یا ایک انسان کا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کرنا مثلاً آنکھ، گردہ، جگر، دل، پتّہ اور پھیپھڑے کو دوسرے انسان کے جسم میں فکس (fix) کرنا، انتقالِ خون(blood transfusion) اور جانوروں کے اعضاء کے ذریعے انسانی حیات کی بقاء(survival) وغیرہ، بھی میڈیکل کے میدان میں سائنسی ترقی کا شاہکار ہے۔

میڈیکل کے نئے پیش آمدہ مسائل(Evolving Medical Concerns) میں اجتہاد کا اثر:

میڈیکل فیلڈ میں ترقی(Development) کا یہ سفر نہ صرف یہ کہ جاری ہے بلکہ دن بدن اس کی دریافت(discovery) اور ایجادات میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن ان ایجادات کے ساتھ ساتھ شرعی اعتبار سے نت نئے فقہی مسائل میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، جن کی اسلامی نقطۂ نظر سے تحقیق ضروری ہے۔ اگرچہ میڈیکل فیلڈ میں پیش آمدہ جدید عصری مسائل ومشکلات کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، لیکن یہاں اس آرٹیکل(Article) میں میڈیکل فیلڈ کے مسائل ومشکلات میں سے پیوند کاری(Transplantation) کے نئے پیش آمدہ مسائل اور ان کا شرعی حل جامع انداز میں پیش کیا جائے گا، نیز ان مسائل کے حل کے سلسلے میں اجتہاد واستنباط کے اثر اور کردار کو بھی زیر بحث(Under discussion) لایا جائے گا۔ پھر چونکہ ماضی میں اس قسم کے پیچیدہ(Complicated) فقہی مسائل کا کوئی وجود نہیں تھا، اس لیے اس زمانے کے اہل علم نے ان مسائل سے کوئی تعرّض بھی نہیں کیا تھا۔ تاہم عصرِ حاضر میں جب اس قسم کے نئے فقہی مسائل نے جنم لیا تو اس زمانے کے ماہرین(Experts)، قابلِ اعتماد اور مسائلِ طب میں مہارت رکھنے والے علماء نے دقّتِ نظر (attention) سے درپیش مسائل کا فقہی جائزہ لیا اور طبی مسائل اور علاج معالجہ کے احکام کے سلسلے میں انہوں نے مریض کی مصلحت(Expediency) ، مرض کی نوعیت اور مزاجِ شریعت کو ملحوظ خاطر رکھا، اور شرعی اصولوں کو معیار بناتے ہوئے اپنی قوتِ اجتہاد سے جدید طبّی مسائل کا محققانہ حل(Investigative solutions) پیش کیا۔

یہ بات طے ہے کہ جدید مسائل کے حل میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا اور جس کے بغیر کسی درست نتیجہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا جدید مسائل کے حل کے بارے اجتہاد کی ضرورت شرعاً و عقلاً (Intellectually) ہر اعتبار سے ثابت ہے اور نئے مسائل و مشکلات کے حل میں اجتہاد لازمی طور سے اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ میڈیکل کے میدان میں جب یہ نئے مسائل پیدا ہوئے تو اس صورتحال میں علمائے اسلام اور فقہائے امت پر شرعی اور اخلاقی طور پر یہ ذمہ داری (Responsibility) عائد ہوئی کہ وہ ان مسائل کے حل کے لیے ہمیشہ کی طرح اپنا کردار ادا کریں اور امت کے سامنے قرآن و سنّت کے سنہری اصولوں اور فقہِ اسلامی کے قوانین کی روشنی میں ان کا مناسب حل پیش کریں اور لوگوں کو ان کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں آگاہ کریں۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے محققین علماء پر مشتمل کمیٹیاں (Committees) تشکیل دی گئیں اور ان مسائل پر غور و خوض (Consideration) کیا گیا اور پھر بحث و تمحیص کے بعد دلائل کی بنیاد پر مسائل کا متفقہ حل لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔

ٹرانسپلانٹیشن (Transplantation) کی ضرورت و اہمیت:

انسانی اعضاء کی پیوند کاری دورِ حاضر کا ایک اہم اور ضروری طبی مسئلہ (Medical problem) ہے۔ فی زمانہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری مختلف اشیاء کے ذریعہ کی جارہی ہے۔ مثلاً لکڑی اور دھات (سونا، چاندی، تانبا اور لوہا) وغیرہ سے مختلف انسانی اعضاء ہاتھ، پاؤں اور دانت وغیرہ تیار کیے جارہے ہیں، اسی طرح حیوانات (Animals) اور جانوروں کے اجزاء (Ingredients) انسانی جسم میں استعمال ہو رہے ہیں، نیز اب کٹے ہوئے انسانی اعضاء کو واپس اس کے جسم میں اسی جگہ یا دوسری جگہ منتقل کیے جارہے ہیں۔ نیز انسانی اعضاء کا استعمال ایک جسم سے دوسرے جسم میں مریض کی جان بچانے یا اہم منفعت (benefit) مثلاً آنکھ وغیرہ کو دوبارہ لوٹانے کے لیے استعمال کیے جارہے ہیں۔ اس زمانے میں پیوند کاری کی یہ سب مختلف الانواع (Different types) شکلیں رائج ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

بدنِ انسانی کی پیوندکاری اور اس کی مروّجہ صورتیں (Common cases)

زیر نظر مقالے میں بدن انسانی کی پیوندکاری (Transplantation) کے متعلق چار اہم مسائل کو مباحث کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔

بحث اول: حیوانی اجزاء کے ذریعے جسمِ انسانی کی پیوندکاری

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی آج کل جدید صورت حیوانات کے اعضاء اور ان کی ہڈیوں (bones) کے ذریعے پیوند کاری کا عمل ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے یا اس میں کوئی ایسا نقص واقع ہو جائے جس کی وجہ سے وہ عضو صحیح کام نہ کرتا ہو تو ایسی حالت میں جانوروں کے اعضاء اور ان کی ہڈیوں کے ذریعے اس متاثرہ عضو کی پیوند کاری کرنا، کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر حلال جانوروں کے ذریعے علاج (Treatment) نہ ہو سکے تو کیا شریعتِ اسلامی اس مقصد کے لیے حرام جانوروں کے اعضاء سے انتفاع کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

جواب سے قبل بطورِ تمہید (Introduction) عرض ہے کہ جانوروں کی دو قسمیں ہیں؛ ایک حلال جانور اور دوسرے حرام جانور۔ یہاں ہم پہلے حلال جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم بیان کریں گے۔ پھر اس کے بعد حرام جانوروں کے اعضاء کو پیوند کاری کے لیے استعمال کرنے کا حکم ذکر کریں گے۔

1.1 حلال جانوروں کے ذریعے پیوند کاری:

زیر نظر مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ بوقتِ ضرورت انسان کے جسم میں کسی حلال جانور کے عضو یا ہڈی کو پیوند کاری کے لیے استعمال کرنا اور اس سے انتفاع شرعی اعتبار سے جائز ہے اور اس کے جواز میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ حیوانات اور حلال جانوروں کے اعضاء کا استعمال اور ان سے انتفاع نہ تو کسی نصِ صریح کے خلاف ہے اور نہ ہی فقہ اسلامی میں اس کی کوئی ممانعت (Prohibition) وارد ہوئی ہے، بلکہ اس کے بر خلاف قدیم فقہاء کی بعض عبارات سے اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ حلال جانوروں کے اعضاء کو انسانی جسم میں بطور علاج استعمال کیا جا سکتا ہے اور انہوں نے اپنے دور کی مثالوں اور صورتوں کو سامنے رکھ کر مسئلہ کا حکم بیان فرمایا۔ لیکن ان کے زمانے کے بعد طب کے میدان میں ہونے والی ترقی (Development) اور میڈیکل سائنس کی جدید تحقیقات اور انکشافات (Disclosures) نے جانوروں کے ذریعے پیوند کاری کے نئے طریقوں اور شکلوں میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اب جانوروں کے مختلف اعضاء مثلاً آنکھ، دل اور گردہ وغیرہ کے انسانی جسم میں پیوند کاری کے کامیاب آپریشن ہو رہے ہیں۔ جدید معالجات (Treatments) اور کامیاب تجربات (Experiments) نے جانوروں کے ذریعے انسانی حیات کی بقاء (survival) اور اس کے تحفّظ (Protection) کو ثابت کر دیا ہے اور اب تک اس قسم کے بہت سے واقعات اور تجربات سامنے آچکے ہیں۔ چنانچہ علمائے متاخرین نے ان جدید صورتوں کو قدیم صورتوں پر قیاس کر کے ان کے احکام کا استنباط و استخراج (Derivation and Extraction of Rulings) کیا اور لوگوں کے سامنے جدید صورتوں کا حل پیش کیا۔

فقہائے کرام کے دلائل:

فقہائے متقدّمین میں سے امام محمدؒ جانوروں کی ہڈیوں کو علاج کے طور پر استعمال کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، چنانچہ امام محمدؒ کے بارے میں منقول ہے:

" وقال مُحَّد رحمه الله تعالى ولا بأس بالتداوي بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو فرس أو غيره من الدواب إلا عظم الخنزير والآدمي فإنه يكره التداوي بهما." (1)

ترجمہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہڈی کو بطور دوا استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔۔۔۔۔

اسی طرح فتاویٰ ہندیہ میں حلال جانوروں کے اعضاء سے بھی انتفاع کے بارے میں صراحت آئی ہے، جیسا کہ مرقوم ہے:

" إذا كان الحيوان ذكيا لأن عظمه طاهر رطبا كان أو يابسا يجوز الانتفاع به... أما إذا كان الحيوان ميتا فإنما يجوز الانتفاع بعظمه إذا كان يابسا ولا يجوز الانتفاع إذا كان رطبا."(2)

ترجمہ : اگر جانور حلال طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو تو اس سے انتفاع جائز ہے، اس لیے کہ اس کی ہڈی پاک ہے چاہے وہ خشک ہو یا تَر۔ اگر وہ جانور مردار ہے تو اس کی ہڈی سے انتفاع اس وقت جائز ہے جبکہ وہ ہڈی خشک ہو چکی ہو، اور اگر وہ ہڈی تَر ہے تو (خشک ہونے تک) اس سے انتفاع جائز نہیں ہے۔

نیز علمائے عصر کی عبارات میں بھی اس کی تصریح (Specification) موجود ہے کہ حلال جانوروں کے اعضاء کو انسانی جسم کی پیوند کاری کے لیے استعمال کرنا اور ان سے انتفاع کرنا شرعاً جائز ہے۔ چنانچہ " فقہُ النوازل " میں اس سے متعلق مذکور ہے:

"لو كان عندنا شاة وذكيناها وأخذنا عظمها وأخذناه إلى إنسان انكسر عظمه. وقد نص الفقهاء على نقل العظام.أو أخذنا شيئا من الجلد وغرزناه في جلد الإنسان..إلخ. فنقول بأن هذه الأشياء طاهرة، ولا أثر لها على الصلاة ولا على الوضوء وهذا جائز باتفاق الأئمة."(3)

حاصلِ ترجمہ: اگر ہمارے پاس ایک بکری ہو اور ہم نے اس کو ذبح کر کے اس کی ہڈی کو لیں اور اسے ہم کسی ایسے انسان کو دیدیں جس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو تو فقہاء نے ہڈی دینے کی اجازت دی ہے۔ یا ہمارے پاس کھال کا کوئی ٹکڑا ہو اور ہم اسے انسان کی کھال میں پیوند کر دیں، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور ان سے نماز اور وضو کی صحّت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور باتفاقِ آئمہ ان کے ذریعے انسانی جسم میں پیوند کاری جائز ہے۔

ایک اَور جگہ مزید وضاحت کے ساتھ لکھا ہے: "کسی جانور کی آنکھ، دل، گردہ وغیرہ کی پیوند کاری اس شرط کے ساتھ جائز ہوگی کہ وہ کسی حلال جانور کا عضو ہو، مثلاً بکری، گائے وغیرہ اس مقصد کے لیے اعضاء کو خریدنا بھی جائز ہوگا۔" (4)

بہر حال! متقدّمین و متاخرین کے اقوال اور ان کی عبارات سے مشترکہ طور پر اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ جانوروں کے اعضاء یعنی دل، گردہ وغیرہ، ہڈیوں اور ان کی کھال و بال سے انسانی بدن میں پیوند کاری اور ان سے انتفاع جائز ہے۔ واضح رہے کہ جواز کی یہ تفصیل حلال جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری سے متعلق ہے۔

1.2: حرام جانوروں کے اجزاء سے پیوند کاری:

باقی رہا یہ مسئلہ کہ حرام جانوروں کے اعضاء کے ذریعے انسانی جسم میں پیوند کاری اور ان کے اعضاء و اجزاء کے استعمال کا شرعاً کیا حکم ہے؟ تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس بات کی وضاحت ہو کہ حرام جانوروں کی دو قسمیں ہیں :

پہلی قسم وہ جانور جو " نجسُ العین " ہے۔ اس کی مثال جیسے خنزیر (Pigs) ، اور **دوسری قسم** ان جانوروں کی ہے جو غیر نجس العین ہیں۔ ان کی مثال دیگر حرام جانور جیسے کتا، گدھا وغیرہ، دونوں کا حکم الگ الگ ہے، جو نجسُ العین ہے وہ کسی صورت پاک نہیں ہو سکتا، جبکہ دوسری قِسم یعنی غیر نجس العین کی ہڈیاں اور بال دباغت (Tanning) کے بعد پاک ہو سکتے ہیں۔

زیرِ بحث مسئلہ میں اہلِ علم کا فقہی اختلاف (Jurisprudential differences):

واضح رہے کہ حرام جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری کے مسئلہ میں علماء (Scholars) کی آراء (Opinions) مختلف ہیں۔

1) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حرام جانوروں کے اعضاء مثلاً مردار یا غیر شرعی طریقہ سے ذبح شدہ جانوروں اور خنزیر وغیرہ کے اعضاء سے انسانی بدن میں پیوند کاری مطلقاً ناجائز اور حرام ہے، لیکن اکثر اہل علم فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو حرام جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری ناجائز اور حرام ہے۔(5) لیکن اگر مریض کی حالت اضطراری (Reflexive)ہو اور دیندار ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اس کا علاج صِرف اس حرام جانور کے عضو سے ہی ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے تو پھر ایسی سخت اضطراری اور مجبوری(compulsion) کی حالت میں جان بچانے کے لیے حرام جانوروں کے اجزاء کے استعمال اور انتفاع کی گنجائش ہے۔ چنانچہ "فقہُ النوازل"صفحہ نمبر30پر مذکور ہے :

"لا يجوز نقل مثل هذه الأعضاء التي تكون نجسة، مثلاً الجلد، العظام، السن، عظم الخنزير إلخ. لكن يبقى عندنا مسألة الاضطرار، فإذا اضطر الإنسان إلى مثل هذه الأشياء نقول يجوز هذا بشرطين: الشرط الأول: أن يكون ذلك بعد البحث والتقصي وهو أن يبحث عن الدواء الذي يناسبه فإذا بذل جهده في البحث والتقصي فلم يجد شيئاً طاهراً فإنه لا يجوز له أن يلجأ إلى النجس. الشرط الثاني: أن يكون موضع ضرورة يعني أن يكون محتاجاً إليه ومضطراً إليه أما إذا كان غير مضطر فلا يجوز."(6)

حاصلِ عبارت یہ ہے کہ نجس اور ناپاک اعضاء کو انسانی جسم میں منتقل کرنا مثلاً حرام جانوروں کی جِلد، ہڈیاں، دانت اور خنزیر کی ہڈی وغیرہ کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر اضطراری حالت کا مسئلہ ہے، لہٰذا اگر انسان(مریض) ان اعضاء کے استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے تو ایسی اضطراری صورت میں دو شرطوں کے ساتھ ان اعضاء کا استعمال(پیوند کاری) جائز ہے۔ پہلی شرط یہ کہ پوری غور و فکر اور تفتیش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچیں کہ کوئی ایسی حلال چیز نہ ہو جس کے ذریعہ اس کا علاج ممکن ہو سکے۔اور دوسری شرط یہ کہ اس کی واقعی ضرورت بھی ہو یعنی انسان اس کا محتاج ہو اور اضطراری حالت میں ہو۔ہاں اگر غیر اضطراری حالت ہے تو پھر جائز نہیں ہے۔

2) اسلامی فقہ اکیڈمی(انڈیا) کے زیرِ انتظام ایک فقہی سیمینار منعقدہ 2، 3اپریل 1989ء میں پیوند کاری کے سلسلے میں چند چیزوں پر اتفاق رائے سامنے آیا، جبکہ کچھ امور کو مزید غور وخوض(Consideration) کے لیے مختلف جید علماء کی خدمت میں بھیجا گیا اور تفصیلی مباحث اور جوابات کے بعد یہ طے پایا کہ انسانی جسم کی پیوند کاری کے لیے ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال جن کا کھانا شرعاً جائز ہو اور وہ شرعی طریقہ پر ذبح کیے گئے ہوں، جائز ہے۔ جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صِرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے جن کا کھانا حرام ہے ، یا حلال تو ہے لیکن بطریقِ شرعی (According to Sharia)ذبح نہیں کئے گئے ہیں تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم مگر غیر مذبوح(Unslaughtered) جانوروں کے اعضاء کا استعمال جائز ہے۔اور اگر جان یا عضو کی ہلاکت کا شدید خطرہ نہ ہو تو خنزیر کے اجزاء کا استعمال جائز نہیں۔(7)

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ اضطراری حالت میں بامر مجبوری انسانی بدن کی پیوند کاری کے لیے حرام جانوروں کے اعضاء کا استعمال اور ان سے انتفاع مشروط طور پر جائز ہے۔ چنانچہ اسلامی فقہ اکیڈمی میں شامل جید علماء کرام اور معاصرین اہلِ علم نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔

بحث ثانی: غیر ذی روح(Soulless)اجزاء کے استعمال کے ذریعے پیوند کاری

اگر انسانی بدن کا کوئی حصّہ یا عضو ناکارہ (Inefficient)ہو جائے اور کام چھوڑ دے تو اس کے متبادل(Alternative) کے طور پر جمادات یا غیر ذی روح(Soulless) چیزوں کو استعمال کر کے انسانی اعضاء کی پیوند کاری(Transplantation) کرنا، بالاتفاق جائز ہے اور اس کے جواز میں کوئی کلام یا بحث(Discussion) نہیں ہے۔ مثلاً کسی شخص کا دانت، ناک یا ہاتھ پاؤں وغیرہ ناکارہ(Inefficient) ہو جائے اور ان کی پیوند کاری کسی دھات (چاندی یا سونے)، لکڑی یا پلاسٹک وغیرہ کے ذریعے تیار کردہ اشیاء سے کی جائے تو یہ شرعاً جائز ہے اور اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے۔ دلیل اس کے جواز کی یہ ہے کہ جمادات اور غیر حیوانی اجزاء (Non-animal ingredients)کے ذریعے پیوند کاری کا عمل اپنی سادہ شکل میں خیرُ القرون اور عہدِ نبوی میں موجود تھا، اگرچہ اس زمانہ میں ان چیزوں کے ذریعے پیوند کاری کی جدید شکلیں متعارف نہیں ہوئیں تھی جو آج کے زمانے میں رائج(common) ہیں۔ چنانچہ بعض احادیث اور روایات میں جمادات کے ذریعہ پیوند کاری کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک یوم کلاب (یہ ایک مشہور جنگ کا نام ہے) میں کٹ گئی، تو انہوں نے ناک کی اس کٹی ہوئی جگہ پر ایک چاندی کی مصنوعی ناک (Artificial nose)بنوا کر لگائی۔ لیکن کچھ ہی عرصہ میں اس کے اندر بدبُو پیدا ہو گئی۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اُنہیں سونے کی ناک بنوانے کا حکم دیا۔(8)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر ذی روح اور غیر حیوانی اشیاء کے ذریعہ اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے، اگر جائز نہ ہوتی تو آپ ﷺ ان کو سونے کی ناک بنوانے کا حکم کیوں دیتے؟ آپ ﷺ کا اجازت دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ غیر حیوانی اشیاء کے ذریعہ اعضاء کی پیوند کاری میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح جامع ترمذی کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھنے کا رواج تھا۔ چنانچہ ترمذی میں مذکور ہے: "وقد روى غير واحد من أهل العلم أنّهم شدّوا أسنانهم بالذّهب."(9) یعنی بہت سے اہلِ علم نے اس بات کو نقل کیا ہے کہ وہ حضرات (صحابہ کرام) بھی اپنے دانتوں کو سونے (کی تاروں) سے باندھ لیتے تھے۔ لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے فقہائے کرام نے بھی سونے کے دانت بنوانے اور سونے کی تاروں(Gold wires) سے دانتوں کو باندھنے کی اجازت دی ہے۔ نیز مصنوعی اعضاء کے جواز(justification) پر اس سے استدلال(Reasoning) کیا ہے۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ اَمر بالکل واضح ہو گیا کہ بلاشُبہ انسانی جسم کی پیوند کاری کے لیے جمادات اور غیر حیوانی اجزاء کا استعمال شرعاً جائز ہے اور اس کو ناجائز کہنے کی کوئی معقول وجہ (Reasonable cause)موجود نہیں ہے۔ نیز آج کل کے زمانے میں انسانی بدن کی پیوند کاری کے لیے غیر حیوانی اشیاء کا استعمال بہت کثرت سے ہو رہا ہے، سونے، چاندی کے مصنوعی دانت لگوانا، دانتوں کو دھاتی تاروں سے باندھنا، لکڑی کے تیار کردہ ہاتھ پاؤں اور اس طرح کے دیگر مصنوعی اعضاء کا استعمال بہت عام(Common) ہو گیا ہے۔ لہٰذا تعاملُ الناس(Interaction of the People) اور عُرف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آج کے دور میں ان چیزوں کے ذریعہ پیوند کاری جائز ہونی چاہیے۔ نیز ان کے ذریعے پیوند کاری کے عمل میں متاثرہ(Affected) انسان کو بہت سہولت اور آسانی ہو جاتی ہے، اس وجہ سے بھی پیوند کاری میں جمادات اور غیر حیوانی اجزاء کا استعمال جائز ہونا چاہیے۔ چنانچہ مفتی نظام الدین صاحب ؒ جمادات سے پیوند کاری کے

جواز کی تصریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: " انسان وحیوان کے علاوہ کسی اور پاک چیز سے جیسے ربڑ پلاسٹک وغیرہ سے پیوند کاری جیسا کوئی عمل کر لیا جائے تو یہ جائز رہے گا۔" (10)

نیز جامعُ الفتاویٰ میں بھی اس کے جواز سے متعلق بحوالہ نظام الفتاویٰ مذکور ہے: " نیز جمادات وحیوانات کے اجزاء سے یہ پیوند کاری بخوبی ہو سکتی ہے جو بلاشُبہ جائز ہے بلکہ اب پلاسٹک(Plastic) اور سیکلون (Cyclone) کے ہر قسم کے اعضاء اندرونی اور بیرونی ایسے ایجاد(Invention) ہو گئے ہیں جو ہر مزاج کے موافق، دیرپا، زیادہ مفید اور سہل الحصول بھی ہوتے ہیں اور شرعاً بھی جائز رہتے ہیں۔" (11)

بہر کیف !مذکورہ تفصیل سے یہ اَمر واضح ہو گیا کہ جمادات اور غیر ذی روح چیزوں کے ذریعے انسانی اعضاء تیار کرنا اور ان کو انسان کے ناکارہ عضو کے متبادل کے طور پر استعمال کرنا شریعتِ اسلامی میں جائز اور حلال ہے اور ان چیزوں کے ذریعے پیوند کاری کے جواز میں کوئی شُبہ نہیں ہے۔

بحث ثالث: انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری

اس کی دو صورتیں ہیں: 1۔اسی جسم میں منتقل کرنا، 2۔دوسرے جسم میں منتقل کرنا

3.1: اسی جسم میں منتقل کرنا:

بطور تمہید(Introduction) پہلے اتنا جان لیں کہ انسان کے جسم کے بعض اعضاء مثلاً دانت، بال اور ہڈیوں کو ایک جگہ سے اسی جسم میں دوسری جگہ منتقل(Transfer) کرنے یا گوشت کو ایک جگہ سے کاٹ کر اسی بدن میں دوسری جگہ چڑھانے(Placing) کے عمل کو آٹو ٹرانس پلانٹیشن (Auto Transplantation) کہتے ہیں۔ یہاں فقہی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ آٹو ٹرانسپلانٹیشن کا عمل شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟ نیز جب انسانی جسم کا کوئی حصّہ یا عضو اس کے بدن سے الگ کیا جائے تو وہ جُدا شدہ(Separated) اور کٹا ہوا حصّہ پاک ہے یا ناپاک؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات پر تو تقریباً فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ انسانی جسم سے کٹا ہوا گوشت کا ٹکڑا یا بدن کا کوئی حصّہ مثلاً کھال، بال اور ہڈی وغیرہ جُدا ہونے کے بعد بھی پاک ہوتے ہیں جیسا کہ وہ جُدا ہونے سے پہلے پاک تھے۔ چنانچہ زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق فقہاء کی عبارات اس بارے میں آگے آ رہی ہیں۔ لیکن اس بات میں آئمہ کرامؒ کا اختلاف ہے کہ اس جدا شدہ حصے کو دوبارہ اس بدن میں اسی جگہ یا اسی جسم میں کسی دوسری جگہ منتقل(Transfer) یعنی پیوند کاری کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس بارے میں حضرات طرفین امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ جو حصّہ بدن سے جُدا ہو گیا اب اس کو دوبارہ اسی بدن میں لوٹانا اور اس میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور فقیہ علامہ کاسانیؒ طرفین (امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ) کا مؤقف نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"قولهما أن السن من الآدمي جزء منه فإذا انفصل استحق الدفن كله والإعادة صرف له عن جهة الاستحقاق فلا تجوز."(12)

ترجمہ: طرفین ؒ کا قول یہ ہے کہ دانت آدمی کا جزء ہے لہٰذا جب وہ جسم سے جُدا ہو گیا تو وہ دفن کا مستحق ہو گیا جیسے کل بدن اور اس جزء کو دوبارہ لوٹانا اس کو اس کے حق سے روکنا ہے، لہٰذا جائز نہیں ہے۔

لیکن حضرت امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک اس جُدا شدہ حصّے کو دوبارہ اس کی جگہ لوٹانا اور اسی بدن میں استعمال کرنا، جائز ہے، بظاہر اس میں کوئی قباحت (Defect) نہیں اور نہ ہی اس میں انسانی جان کی کوئی اہانت(Insult) ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "لا إهانة في استعمال جزء نفسه في الإعادة إلى مكانه"یعنی اپنے بدن کے کسی جُزء کے استعمال میں اس کی کوئی توہین نہیں ہے۔ "(13)

اس مسئلہ میں علامہ کاسانیؒ(صاحب بدائع الصنائعؒ) بھی امام ابویوسفؒ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ علامہ کا سانیؒ انسان کے جُدا شدہ(Separated) حصّے کو دوبارہ اس کی جگہ پر لوٹانے کو جائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں : "وإعادة جزء منفصل إلى مكانه ليلتئم جائز كما إذا قطع شيء من عضوه فأعاده إلى مكانه.(14) مطلب یہ ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضوء کو آپریشن وغیرہ کے دوران کاٹا گیا ہو تو اس کو اپنی جگہ رکھنا جائز ہے، بالکل اسی طرح جو حصہ کسی وجہ سے کٹ گیا، اس کو بھی اپنی جگہ لوٹانا جائز ہے۔

مذکورہ مسئلہ کے حل میں قیاس واجتہاد کا اثر:

احناف کے تینوں ائمہ (ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ) کے زمانے میں چونکہ طبّ اور میڈیکل نے اس قدر ترقی(Development) نہیں کی تھی جتنی کہ آج ہے، اور نہ اس دور میں پیوند کاری کی جدید شکلیں (Modern forms)موجود تھیں بلکہ ان کے دور میں پیوند کاری انتہائی سادہ شکل اور ابتدائی مرحلہ(Step) میں تھی۔ چنانچہ ان حضرات کے دور میں پیوند کاری کا عمل صِرف دانتوں یا بالوں وغیرہ کو جوڑنے کی حَد تک تھا، اسی وجہ سے انہوں نے اپنے دور کی انہی مثالوں(Examples) کا حکم بیان فرمایا۔ جبکہ ان کے زمانے میں کھال، گوشت اور ہڈیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی جدید شکلیں موجود نہیں تھیں اس لیے ان حضرات نے ان کے احکام کو بھی ذکر نہیں فرمایا۔ آج جب کہ یہ سب کچھ ممکن(Possible) ہو چکا ہے لہٰذا علمائے عصر نے ضرورت محسوس کی کہ ان نئے مسائل کے احکام کو بیان کیا جائے تو انہوں نے اپنے اجتہاد کے ذریعے پیوند کاری کی ان مروّجہ جدید صورتوں کو زمانۂ قدیم کی پرانی صورتوں پر قیاس کر کے ان کا حکم بیان فرمایا۔

راجح قول(Preferred Opinion):

اس مسئلہ میں راجح قول (Preferred Opinion) امام ابو یوسف ؒ کا ہے کہ کسی انسان کے جُدا شدہ اور کٹے ہوئے حصّے کو اس جسم میں اسی جگہ دوبارہ استعمال کرنا اور اس کی پیوند کاری کرنا، شرعاً جائز ہے ۔ جمہورِ فقہاء اور علماء محققین نے بھی امام ابو یوسف کے قول کو اختیار(adopt) کیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ دیا ہے، اور پھر بعد کے فقہاء کرام نے اس پر مذاہبِ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

أن الراجح في المذاهب الأربعة جميعا: أن الرجل إذا أعاد عضوه المبان إلى محله، فإنه يبقى طاهرا، ولا يحكم بنجاسته، ولا بفساد صلاته، ولا يؤمر بقلعه من هذه الجهة.(15)

ترجمہ: چاروں مذاہب میں راجح بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جدا شدہ کسی عضو کو اس کی جگہ واپس لوٹاتا ہے تو یہ پاک ہو گا، اس پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور اس سے نہ تو نماز فاسد ہو گی اور نہ ہی اس عضو کو یہاں سے اکھاڑنے کا حکم دیا جائے گا۔

نیز اس کے جواز پر ائمہ کرام کا اتفاق نقل کیا گیا ہے کہ انسانی جسم میں ایک عضو کو جُدا کر کے یا کاٹ کے اسی جسم میں دوسری جگہ منتقل کرنا شرعاً جائز ہے۔ چنانچہ اس بارے میں منقول ہے:

ترجمہ: جسم میں ہڈی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جائے یا کھال ایک جگہ سے دوسری جگہ اسی جسم میں منتقل کی جائے یا کسی عضو کو کاٹا جائے اور جوڑا جائے مثلاً انگلی یا ہاتھ کو کاٹا جائے اور پھر اسی بدن میں اسے دوبارہ استعمال کیا جائے یا اس کی پیوند کاری کی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ عضو جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اسی بدن میں منتقل کیا جائے تو آئمہ اربعہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ وہ (جُدا شدا) عضو پاک ہے۔ (16)

نیز جدید فقہی مباحث میں بھی اس کے جواز سے متعلق مذکور ہے: " جہاں تک مسئلہ ہے خود اپنے کسی حصۂ جسم کا دوسرے حصہ میں استعمال کرنے کا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ جیسا کہ در مختار کا جزئیہ اوپر گزرا: "المنفصل من الحيّ كميتته إلا في حقّ صاحبه فطاهر ." (17) یعنی زندہ سے الگ ہونے والا جسم کا حصّہ مردار ہوتا ہے مگر اس عضو والے کے حق میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنے جسم ہی کے اندر منتقل کرنے میں کوئی مضائقہ (mockery) نہیں ہے۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ ایک انسان کے جسم سے علیحدہ شدہ اور کٹے ہوئے عضو کو اس بدن میں واپس اسی جگہ لوٹانا یا کسی دوسری جگہ منتقل کرنا یعنی پیوند کاری کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے اور اس میں کوئی حَرج یا انسانی جان کی کوئی اہانت نہیں ہے۔ نیز انسانی عضو بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی پاک ہی رہتا ہے، لہٰذا اس کو دوبارہ اسی بدن میں پیوند کر کے استعمال کرنا اور اس سے انتفاع کرنا، بلاشُبہ جائز اور حلال ہے۔

3.2: دوسرے جسم میں منتقل کرنا:

ایک انسان کے اعضاء کو دوسرے کے جسم میں منتقل کرنا اور اس کی پیوند کاری کرنا دورِ حاضر کے جدید مسائل میں سے ایک انتہائی اہم اور ضروری مسئلہ ہے اور آج کل اس میں ابتلاء عام (Widespread Affliction) پایا جارہا ہے۔ موجودہ زمانے میں طبّی ماہرین (Medical experts) اور سرجن ڈاکٹرز (Surgeon Doctors) جدید آلات اور مشیریوں (Tools and machineries) کے ذریعہ گردے، جگر، آنکھ، پھیپھڑے (lungs) اور پتّے وغیرہ کے مریضوں کے اعضاء کی تبدیلی اور پیوند کاری کر رہے ہیں اور اس وقت تبدیلئ اعضاء کے کامیاب آپریشن (Operation) ہو رہے ہیں۔ لیکن اعضاء کی پیوند کاری اور تبادلے (Exchanges) کے سلسلہ میں قرآن و سنّت کی واضح نصوص (Texts) اور کوئی صریح فقہی جزئیہ موجود نہیں ہے، جس سے اس کے جواز یا عدمِ جواز کا پتہ چل سکے۔ یہ مسئلہ اگرچہ بالکل نیا ہے۔ خیرُ القرون اور سلف صالحین کے دور میں اس قِسم کی تبدیلئ عضو (Transplantation) کا کوئی وجود نہیں تھا۔ چنانچہ اہلِ نظر وفکر علمائے عصر نے اس مسئلہ (problem) کے حل کے لیے قرآن و سنّت میں بیان کردہ اصول و قواعد (Principles and rules) پر غور کیا اور مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ (Review of aspects) لے کر اپنے اجتہاد و استنباط (Inference) کے ذریعے اس کا حل پیش کیا، کیونکہ اگرچہ قرآن و سنت میں جزئیات کو بیان نہیں کیا گیا لیکن ایسے اصول و قواعد کو ضرور بیان کیا گیا ہے جن کی روشنی میں قیامت تک کے پیش آمدہ جدید مسائل کا حل نکالا جاسکتا

ہے اور یہ اہلِ شریعت علما اور فقہ و فتاویٰ میں مہارت رکھنے والے فقہاء کا کام ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ غیر منصوص اور مجتہد فیہ ہے اس لیے اس کے حکم میں علماء وفقہاء کا اختلاف ہوا ہے۔ بعض حضرات انتقالِ عضو اور اعضاء کی پیوند کاری کے عدمِ جواز (Invalidity) کے قائل ہیں جبکہ بعض حضرات اس کو بوقتِ ضرورت اضطراری حالت میں جائز قرار دیتے ہیں۔

بہر حال! فریقین کے پاس اپنے اپنے مؤقف کی تائید و حمایت میں مضبوط دلائل (Strong arguments) موجود ہیں۔ چنانچہ ہر فریق نے قرآن و سُنت کی نصوص اور کتبِ فقہاء کے اصول و قواعد (Principles and rules) میں غور و خوض (Considerations) اور بحث و تفتیش (Discussion and investigation) کر کے زیر بحث مسئلہ کا شرعی حکم دریافت (discover) کیا اور اپنے اجتہاد و استنباط کی بنیاد پر جو حکم ظاہر ہوا اور جسے مناسب سمجھا اسے اختیار کیا۔ یہاں ہم دونوں فریقوں کے دلائل بالتفصیل ذکر کریں گے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے؛

مانعین (Prohibitors) حضرات کے دلائل:

جو حضرات ایک انسان کے اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری اور تبادلے کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ اس کے عدمِ جواز کے مختلف اسباب اور دلائل (Arguments) بیان کرتے ہیں، وہ دلائل حسب ذیل ہیں؛

پہلی دلیل : انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادانہ تصرّف (Free will) کر سکے بلکہ اس کا یہ جسم اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس وجہ سے اس کے لیے اپنے کسی عضو کو تلف (destruction) یا ضائع کرنا یا اپنا کوئی عضو کسی دوسرے کو قیمتاً (For the price) یا بلا قیمت دینا، یا اپنے عضو کی کسی کے لیے وصیت (elogium) کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے اپنے عضو کی دوسرے کے لیے وصیت کر دی تو وہ نافذ نہیں ہو گی کیونکہ یہ گناہ کی وصیت (elogium) ہے۔ نیز چونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں اسی وجہ سے شریعت نے خود کشی کو حرام قرار دیا ہے اور حدیث میں اس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے۔

دوسری دلیل : مانعین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں انسان کا ایک خاص مقام ہے جبکہ اعضاء کی منتقلی انسان کی اہانت اور توہین ہے اور یہ تکریمِ انسانی اور احترام انسانیت کے خلاف ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے انسانی اعضاء سے انتفاع کو ناجائز کہا ہے، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح"(18) یعنی انسان کے اجزاء سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس کی نجاست (Impurity) کی وجہ سے اور بعض نے فرمایا کہ اس کی کرامت (Dignity) کی وجہ سے، اور یہی صحیح بات ہے کہ اس کی کرامت کی وجہ سے انتفاع جائز نہیں ہے۔ نیز مانعین کی اصل اور بنیادی دلیل بھی یہی ہے اور وہ تمام فقہی عبارات ان کا متدل (Justified) ہیں جو احترام اور تکریم انسانیت کے مضامین پر مشتمل ہیں۔

تیسری دلیل : ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ جب کوئی عضو جسم سے علیحدہ ہو جائے تو وہ علیحدہ شدہ عضو مردار کے حکم میں ہے، اور مردار ناپاک ہے۔ ہاں اگر اس عضو کو دوبارہ اسی جسم میں لوٹایا جائے جس سے جدا ہوا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو دوسرے جسم میں استعمال کیا جائے تو جائز نہ ہو گا۔ اگر اسے دوسرے جسم میں پیوند کر ہی دیا گیا تو ایک ناپاک عضو کے ساتھ جسم کا ملوّث (involved) ہونا پایا جائے گا جس سے پاکی اور ناپاکی کے متعدد مسائل پیدا ہونگے۔ (19)

چوتھی دلیل : چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک انسان کے بدن سے اس کا کوئی عضو کاٹ کر دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے اور پیوند کاری کی اجازت دے دی جائے، تو اس سے معطی (Donor) یعنی عضو دینے والے کے جسم میں عیب پیدا ہو جائے گا، اور یہ مُثلہ کے حکم میں ہو گا۔ شریعت کی اصطلاح میں مُثلہ (Distortion) اسے کہتے ہیں کہ کسی انسان کا عضو اس کے جسم سے کاٹ کر اس طرح الگ کیا جائے کہ جس سے جسم میں عیب (defect) پیدا ہو جائے اور اس میں خود اسی انسان کی جسمانی منفعت نہ ہو۔ مُثلہ کا حکم یہ ہے کہ مُثلہ شرعاً حرام ہے اور اس کے حرام ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ (20)

پانچویں دلیل :

مانعین کی طرف سے پانچویں دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ "عن أبي هريرة ﷺ، عن النّبيِّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لعن الله الواصلة والمستوصلة الخ" (21) یہاں حدیث میں واصلہ سے مراد وہ عورت جو کسی کے بال دوسری عورتوں کے بالوں میں جوڑتی ہو تا کہ وہ بال لمبے ہو جائیں، اور مستوصلہ اس عورت کو کہتے ہیں جو دوسری عورتوں کے بال اپنے بالوں کو لمبا کرنے کے لیے جوڑتی ہے۔ بہر حال! آپ ﷺ نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس سے پیوند کاری کے عدمِ جواز پر استدلال اس طرح سے ہے کہ جب ایک عورت کے بال دوسری عورت کے بالوں سے جوڑنے پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے حالانکہ اس میں نہ تو انسانی بدن کو کاٹنا پڑتا ہے اور نہ مُثلہ (Distortion) ہوتا ہے اس کے باوجود آپ ﷺ نے لعنت فرمائی تو اعضاء کی پیوند کاری میں تو بطریقِ اولیٰ لعنت (curse) اور ممانعت (Prohibition) ہو گی۔

قائلین جواز (Advocates of Permissibility) کے دلائل:

جو حضرات انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری کے جواز کے قائل ہیں ان کے پاس بھی اپنے مؤقف کی تائید میں بہت سے دلائل موجود ہیں، اب ان کے دلائل کا جائزہ پیشِ خدمت ہے ؛

قائلینِ جواز فرماتے ہیں کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور (Advanced period) میں ماہرینِ طب (Medical experts) نے جدید آلات اور مشینریوں کے ذریعے ایک انسان کے اعضاء کی دوسرے جسم میں پیوند کاری کا علاج دریافت (discover) کر لیا ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے اور واقعی ضرورت کے وقت بہت سی ناجائز اور ممنوع چیزیں بھی مباح (Allowed) ہو جاتی ہیں، جیسا کہ فقہ کا مشہور و معروف ضابطہ ہے کہ: "الضروراتُ تبيح المحظورات"(22) اسی طرح ایک اصول یہ بھی ہے کہ "المشقّةُ تجلب التّيسير"(23) یعنی مشقت اور تنگی کے وقت آسانی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ نیز فقہ کا ایک اَور مُسلَّمہ ضابطہ ہے کہ: "الأمر إذا ضاق اتسع"(24) یعنی جب کوئی معاملہ مشکل اور تنگی کا شکار ہو جائے تو اس وقت اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح "يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام"(25) اور "يرتكب أخف الضررين لاتقاء أشدهما" (26) وغیرہ قواعد کا تقاضا یہی ہے کہ انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری کا عمل جائز ہونا چاہیے۔ چونکہ کوئی ایسی نص یعنی قرآن و حدیث کی واضح دلیل موجود نہیں ہے جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ان مذکورہ قواعدِ فقہیہ (Jurisprudential rules) کی بنیاد پر پیوند کاری کے جواز کا حکم کر دیا جائے تو شرعاً کوئی حَرَج نہیں ہے۔

فقہی نظائر اور مثالوں سے وضاحت:

مستند کتب فقہ میں بہت سی ایسی مثالیں(Examples) ملتی ہیں جن سے پتہ چلتاہے کہ ایک چیز عام حالت میں تو ممنوع اور حرام ہے لیکن ضرورت اور اضطرار کی حالت میں وہی چیز مباح(Allowed) اور حلال ہو جاتی ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے؛

1۔ عام حالات میں دواء کے طور پر حرام اشیاء کا استعمال ناجائز ہے لیکن ضرورت کے وقت جان بچانے کے لیے شریعت نے حرام اشیاء کے استعمال اور ان سے علاج کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کراہت کے قائل ہیں، جبکہ امام ابویوسفؒ بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں، تاہم باب معالجہ(Chapter Treatment) میں توسّع(expansion) کے پیشِ نظر امام ابو یوسفؒ کے جواز کے قول کو اختیار کیا جائے گا۔ چنانچہ فتاویٰ شامی میں مذکور ہے:

"أدخل مرارة في أُصبعه للتّداوي رويَ عن أبي حنيفة كراهته، وعن أبي يوسفَ عدمها، وهو على الاختلاف في شرب بول ما يؤكل لحمه، وبقول أبي يوسفَ أخذ أبو اللَّيث."(27)

ترجمہ: علاج کے طور پر اپنی انگلی میں پت داخل کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہو گا لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اور یہی اختلاف حلال جانوروں کے پیشاب کو(بطورِ علاج) پینے کے بارے میں بھی ہے اور فقیہ ابو لیث سمرقندیؒ نے بھی امام ابو یوسفؒ کے قول کو اختیار کیا ہے۔"

مذکورہ عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ علاج کے طور پر حرام چیزوں کا استعمال جائز ہے۔ نیز آگے مذکور ہے:"وأجازه أبويوسفَ للتّداوي في الهنديّة وقالا: لابأس بأبوال الإبل ولحم الفرس للتّداوي كذا في الجامع الصّغير"(28) یعنی امام ابو یوسفؒ نے علاج کے طور پر اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ گھوڑے کا گوشت اور اُونٹ کا پیشاب دوا (علاج) کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی حَرج نہیں ہے۔

2۔ اسی طرح ضرورت اور مجبوری کے وقت شریعت نے خون اور پیشاب پینے اور مردار تک کھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں اس کی تصریح موجود ہے:

"يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه وإن قال الطبيب يتعجل شفاؤك فيه وجهان."(29)

ترجمہ: بیمار انسان کے لیے علاج کے طور پر خون اور پیشاب کا پینا اور مردار کا گوشت کھانا جائز ہے جبکہ کوئی مسلمان طبیب اس کو یہ بتائے کہ اس کی شفاء صرف اسی میں ہے اور وہ اس کے علاوہ کوئی اَور مباح چیز نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہو۔ اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس سے شفاء جلدی مل جائے گی تو پھر اس بارے میں دو وجہیں ہیں۔

نیز علاج کے طور پر کبوتر کی بیٹ کھانے کی فقہاء نے اجازت دی ہے حالانکہ وہ ناپاک ہے، لیکن بطور دواء جائز ہے: "وأكل خرء الحمام للدواء لا بأس به"(30) یعنی کبوتر کی بیٹ دوائی کے طور پر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

3۔ عام حالات میں مرد کے لیے سونے کا استعمال شرعاً ناجائز اور حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مخصوص حالات میں اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ خود آپ ﷺ نے ایک صحابی حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کو سونے کی

ناک بنوانے کی اجازت دی تھی جب کہ ان کی اپنی ناک یوم کلاب (مشہور جنگ کا نام ہے) میں کٹ گئی تھی۔ تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگالی لیکن اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ تم سونے کی ناک بنوا کر لگالو۔(31)

حدیث کے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مرد کے لیے سونے کی ناک بنوانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح سونے کی تاروں سے دانت باندھنے کی اجازت بھی بعض روایت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ مذکور ہے:"وقد روى غير واحد من أهل العلم أنّهم شدّوا أسنانهم بالذّهب"(32)

بہرحال ان تمام فقہی جزئیات (Jurisprudential details) اور مثالوں سے استدلال کرتے ہوئے قائلین جواز کا کہنا ہے کہ جیسے ان مذکورہ مثالوں میں حرام چیزوں میں ضرورت کی وجہ سے فقہائے کرام نے گنجائش دیتے ہوئے مباح قرار دیا ہے اسی طرح انسانی جان بچانے یا کسی کو شدید مشقت وحَرج سے محفوظ رکھنے کے لیے سخت مجبوری اور اضطراری حالت میں انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری بھی جائز ہونی چاہیے۔

قائلینِ جواز کی طرف سے مانعین کا ردّ:

باقی رہے مانعین (Prohibitors) کے دلائل تو مجوّزین (Justifiers) حضرات نے ان کے دلائل کا ردّ کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے؛

مانعین حضرات نے انسانی اعضاء (Organs) کی پیوند کاری کے عدم جواز کے سلسلہ میں جس دلیل پر سب سے زیادہ زور دیا تھا وہ ہے احترامِ انسانیت (Respect for humanity)، کہ پیوند کاری کا عمل احترام انسانیت کے خلاف ہے اور یہ انسان کی اہانت وتوہین ہے۔

مجوّزین حضرات کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ بلاشبہ شریعتِ اسلامی نے انسان کے احترام اور اس کی تکریم کا بہت لحاظ کیا ہے اور اسی وجہ سے فقہاء نے انسانی اجزاء سے انتفاع کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن واضح رہے کہ شریعت نے احترامِ انسانیت کی کوئی لگی بندھی حَد مقرر نہیں کی کہ فلاں چیز احترامِ انسانیت کی موافق (According) ہے اور فلاں چیز اس کے خلاف ہے۔

لہٰذا جب کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ (Organ Failure) ہو جائے اور اس عضو کی تبدیلی اور پیوند کاری کے علاوہ کوئی چارۂ کار (fodder)

نہ ہو تو ممکن ہے کہ انسانی جان بچانے کے لیے اس خاص صورت میں پیوند کاری کا یہ عمل احترامِ انسانیت کی خلاف نہ ہو۔ اور اگر مان لیا جائے کہ یہ احترامِ انسانیت کے خلاف ہے تو ہم کہیں گے کہ اس مجبور اور بے بس (helpless) انسان کے اعضاء کی پیوند کاری کے حق میں حُرمتِ انسانیت ختم ہو جائے گی کیونکہ پیوند کاری کے نتیجہ میں ایک ناکارہ انسان تندرست وتوانا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا انسانی جان کو ہلاکت سے بچانے کے لیے احترام انسانیت کے پہلو کو مغلوب کر دیں گے اور قابلِ اہانت چیز کو گوارہ کر لیں گے۔ اس کی نظیر فقہ کا یہ جزئیہ ہے:

"ولو أن حاملا ماتت وفي بطنها ولد يضطرب فإن كان غالب الظّن أنه ولد حيّ وهو في مدّة يعيش غالبا فإنّه يشق بطنها لأن فيه إحياء الآدميّ بترك تعظيم الآدميّ وترك التّعظيم أهون من مباشرة سبب الموت."(33)

ترجمہ: اگر کوئی حاملہ عورت مَر جائے اور اس کے پیٹ میں حرکت کرتا ہوا بچہ موجود ہو، لہٰذا اگر یہ غالب گمان ہے کہ یہ بچہ زندہ ہے اور وہ ایسی مدت میں ہے جس میں عموماً بچہ زندہ ہوتا ہے تو اس کے پیٹ کو چاک کر دیا جائے گا کیونکہ اس میں تعظیمِ انسان کو چھوڑنے کے ساتھ ایک انسانی جان کو بچانا ہے اور کسی زندہ انسان کی موت کا سبب بننے سے کے مقابلے میں تعظیم انسان کو چھوڑ دینا زیادہ آسان ہے۔

فقہ کے اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ بعض صورتیں ایسی ہونا بھی ممکن ہیں جن میں کسی کی جان بچانے کے لیے تعظیمِ انسان اور احترامِ انسان کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ یہاں تعظیمِ انسان کو ایک زندگی کے تحفّظ (protection) کے لیے چھوڑا گیا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ زندہ انسان کی حُرمت مردہ کی حُرمت پر مقدّم ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ نے بھی البحر الرائق میں اس فقہی جزئیہ کو ذِکر کیا ہے اور اس کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ یہاں ایک محترم جان کو بچانے کے لیے میت کی تعظیم کو ترک کیا گیا ہے:

"لأن ذلك تسبب في إحياء نفس محترمة بترك تعظيم الميت فالإحياء أولى"(34)

باقی رہی یہ بات کہ انسانی اعضاء سے پیوند کاری انسان کی توہین ہے تو قائلینِ جواز نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ پیوند کاری کے عمل میں انسان کی کوئی توہین یا اہانت نہیں ہے بلکہ وہ شخص جس کے جسم میں پیوند کاری ہوئی ہو یعنی قبول کنندہ (Recipient) جب پیوند کاری سے اس کی جان بچ جائے گی تو وہ اس کو عظیم نعمت سمجھے گا اور معطی (Donor) کا شکر گزار رہے گا۔ دوسری بات یہ کہ کسی چیز کی تعظیم و تکریم اور اس کی توہین کا مدار عُرف پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابھی اوپر ذکر کیا ہے کہ شریعت نے انسان کی تکریم اور اہانت کے بارے میں کوئی دوٹوک فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی متعین اصول مقرر فرمائے بلکہ اسے مبہم رکھا، لہٰذا غیر منصوص اور مبہم چیز کے بارے میں عُرف کو مدار بنایا جاتا ہے۔ علامہ وھبۃُ الزحیلی ؒ فرماتے ہیں کہ: "ما ليس له حد في اللغة ولا في الشرع، يرجع فيه إلى العرف"(35) یعنی جس چیز کی لغت اور شرع میں کوئی حَد بیان نہ کی گئی ہو اسے عُرف کی طرف لوٹایا جائے گا۔

نیز زمان و مکان کی تبدیلی سے عُرف بھی بدلتا رہتا ہے، اس لیے عین ممکن ہے کہ ایک چیز ایک وقت اور زمانے میں عُرف کی وجہ سے ناجائز ہو اور وہی چیز دوسرے وقت میں جائز قرار پائے۔ اسی طرح ایک چیز کو ایک جگہ معیوب سمجھا جاتا ہو اور دوسری جگہ وہ معیوب نہ ہو۔ لہٰذا کسی چیز کی تعظیم و توہین کا معیار بھی اسی زمانے کے عُرف پر ہو گا۔ چناچہ آج کے زمانے میں معطی (Donor) یعنی عضو دینے والے کے فعل کو کوئی بھی اہانت نہیں سمجھتا بلکہ یہ باعثِ ایثار سمجھا جاتا ہے۔(36)

مانعین کی طرف سے ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ حدیث میں ایک عورت کے بالوں کو دوسری کے بالوں کے ساتھ ملانے اور جوڑنے سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک انسان کے اعضاء سے دوسرے کے اعضاء کی پیوند کاری (Transplantation) بھی جائز نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو ممانعت ہے یہ محض تزیین اور آرائش (decoration) کے طور پر کرنے کی وجہ سے ہے، یہ کوئی واقعی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے جس پر انسانی جان کی بقاء اور اس کے تحفظ کا مدار (Orbit of protection) ہو جبکہ جس قِسم کی پیوند کاری کو جائز کہا گیا ہے وہ انسانی جان کو ہلاکت سے بچانے کے لیے ہے۔ لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے۔

اس تفصیلی گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تبدیلیٔ اعضاء اور پیوند کاری کا عمل حالتِ اضطرار میں جائز ہے بشرطِ کہ معطی (Donor) کو عضو دینے سے ہلاکت یا ضرر شدید کا خطرہ لاحق نہ ہو اور وہ اپنی رضامندی سے محض ثواب کی غرض سے دے۔ اور اگر مریض کو بغیر قیمت عضو نہ ملتا ہو اور وہ جان بچانے کے لیے قیمتاً کسی سے اس کا عضو خرید لے تو قبول کنندہ یعنی مریض کے لیے اسے خریدنا جائز ہے لیکن معطی (Donor) کے لیے اس کو بیچنا اور اس کے پیسے لینا ناجائز اور حرام ہے۔

مشائخ کی کتابوں سے تصریحات:

یہاں ہم چند اہل علم کی عبارات اور ان کی تحقیقات (Research) پیش کر رہے ہیں جن سے اندازہ ہو گا کہ کسی دوسرے انسان کو اپنا عضو دینا اور اس کی پیوند کاری جائز ہے۔ چنانچہ مفتی نظام الدین ؒ صاحب (آف انڈیا) اس کے جواز سے متعلق فرماتے ہیں : "اگر کوئی انسان اپنا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کی زندگی بچانے کے لیے دیوے جبکہ خود اس کی زندگی کو ظنِّ غالب میں کوئی خطرہ نہ ہو تو یہ بالکل درست ہے اور ایثار کی اعلیٰ مثال ہے۔ البتہ اس کی بیع وشراء (خرید وفروخت) درست نہیں۔" (37)

نیز فقیہُ العصر مولانا سیف اللہ خالد صاحب بھی انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ اعضاءِ انسانی کی پیوند کاری سے متعلق مفصل گفتگو فرمانے کے بعد آخر میں خلاصۂ بحث (Summary of discussion) کے عنوان سے رقم طراز ہیں :" اعضاءِ انسانی کی پیوند کاری کے لیے جو طبّی طریقہ ایجاد ہوا ہے اس میں توہینِ انسانیت نہیں ہے، اس لیے یہ جائز ہے بشرطیکہ اس کا مقصود کسی مریض کی جان بچانا یا کسی اہم جسمانی منفعت کو لوٹانا ہو جیسے بینائی، اور طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس کی وجہ سے صحت کا غالب گمان ہے ۔ زندہ انسان کا عضو حاصل کیا جارہا ہو تو ضروری ہو گا کہ خود اس نے اجازت دی ہو اور اس وجہ سے خود اس کو ضَرر شدید نہ ہو۔" (38)

اسلامی فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا فیصلہ :

اسلامی فقہ اکیڈمی کے زیرِ انتظام ہندوستان میں ایک فقہی سیمینار 2، 3 اپریل 1989ء کو منعقد ہوا۔ جس میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلہ کو موضوعِ بحث (Topic of discussion) بنایا گیا اور اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس سلسلے میں چند امور پر اتفاق کیا۔ اور بعض کو مزید غور و خوض (Consideration) کے لیے مختلف جید علماء کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ تفصیلی مباحث اور جوابات کے بعد جو چیز متفقہ طور پر طے پائی، ملاحظہ فرمایئے:

اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ دوسرا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کر سکتا، اور ماہر قابل اعتماد اطبّاء کو یقین ہے کہ سوائے عضوِ انسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہر اطبّاء کو ظنّ غالب ہے کہ اس کی جان بچائی جائے گی، اور متبادل عضوِ انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے تو ایسی ضرورت، مجبوری اور بے بسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہو گا۔

اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطبّاء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر حال اس کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔ اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں

بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو ایسی حالت میں اس کے لیے جائز ہو گا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔(39)

بحث رابع: انتقالِ خون کا مسئلہ

انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری کے مسئلے کے ضمن(addition) میں یہاں ایک مسئلہ انتقالِ خون(Blood transfusion) کا ہے۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ انسانی اعضاء کے ذریعے پیوند کاری میں ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے جبکہ انتقالِ خون کے مسئلہ میں ایک انسان کا خون دوسرے کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔

مسئلہ کی توضیح (Description):

آج کل کے دور میں خون لینے اور دینے کا رُجحان(Trend) بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک انسان کے لیے کسی دوسرے انسان کا خون لینا یا ایک انسان کا خون کسی دوسرے کے جسم میں داخل کرنے کی شرعی اعتبار سے کیا حیثیت ہے؟ آیا کسی سے خون لینا یا اپنا خون کسی دوسرے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے ایک انسان کا خون دوسرے کو لگانا عام حالات میں تو جائز نہیں ہے کیونکہ خون ایک ناپاک اور نجس چیز ہے اور فقہائے متقدمینؒ Course Description کے نزدیک نجس چیز کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے خواہ علاج کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا نجس خون کو دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کرنا جائز نہیں۔ دوسری بات یہ کہ خون انسان کا جزء ہے، اور ایک انسان کے جزء سے دوسرے انسان کے لیے انتفاع جائز نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کی تکریم کے خلاف ہے۔ ان دو خرابیوں کی وجہ سے انتقالِ خون (blood transfusion) جائز نہیں ہونا چاہیے۔ تاہم اگر کوئی شخص ایسا بیمار یا مریض ہو کہ اسے اپنی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے کے خون کے ضرورت ہو اور خون لیے بغیر جان بچنا مشکل ہو یا پھر شدید ضَرر کا اندیشہ(fear) ہو تو ایسی خاص اضطراری حالت میں خون کا لینا اور اس سے انتفاع شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ ایسی بہت سی مثالیں مستند کُتب فقہ میں موجود ہیں کہ بعض حرام چیزیں اضطراری حالت میں مباح ہو جاتی ہیں۔ جیسے آپ ﷺ نے قبیلہ عُرینین کے لوگوں کو جب وہ بیمار ہوئے تو بطورِ علاج اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا ۔(40) حالانکہ اونٹوں کا پیشاب حرام ہے۔ اسی طرح شریعت نے سخت مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے لیے مردار(Dead)اور خنزیر کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے حالانکہ یہ چیزیں قطعی حرام ہیں۔(41)

پھر جس طرح اضطراری حالت میں ان حرام اشیاء کو استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے اضطراری حالت میں جان بچانے کے لیے دوسرے انسان کے خون سے انتفاع بھی جائز ہو گا۔ نیز خون کوئی عضو نہیں ہے بلکہ یہ مائع اور بہنے والی چیز ہے اور یہ انسانی جسم میں مسلسل پیدا ہوتا رہتا ہے، اس وجہ سے بھی ہلاکت یا شدید ضَرر سے بچنے کے لیے خون لینا یا دوسرے کو دینا جائز ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان تو مسلمان جان بچانے کے لئے کسی کافر کا خون لینا اور اس سے انتفاع کی بھی شرعاً گنجائش ہے۔(42) اس بارے مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: "کسی غیر مسلم کا خون مسلمان کے بدن میں داخل کرنے کے نفسِ جواز میں تو کوئی فرق نہیں۔" پھر جس طرح

بوقتِ ضرورت مریض کے لیے خون لینا جائز ہے، اسی طرح خون دینے والے کے لیے کسی دوسرے کی جان بچانے کے لیے خون دینا بھی جائز بلکہ مستحسن ہے۔

فقہی استدلال اور شرعی دلائل:

چنانچہ فقہائے کرامؒ نے ایک جسم کے خون کو دوسرے جسم میں استعمال کرنے کی اجازت اور اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور فتاویٰ ہندیہ کی اس عبارت کو بطور دلیل پیش کیا ہے: "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه."(43) یعنی بیمار انسان کے لیے علاج کے طور پر خون اور پیشاب کا پینا اور مردار کا گوشت کھانا جائز ہے جبکہ کوئی مسلمان طبیب اس کو یہ بتائے کہ اس کی شفاء صرف اسی میں ہے اور وہ اس کے علاوہ کوئی اَور مباح چیز نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہو۔

اس عبارت سے استدلال اس طرح کیا گیا ہے کہ جب مریض انسان کے لئے حالتِ مرض میں علاج کے طور پر خون اور پیشاب پینے کی اجازت ہے تو ایک جسم کا خون دوسرے جسم میں منتقل کرنا بطریقِ اولیٰ جائز ہو گا۔ کیونکہ جس طرح پیشاب حرام ہے۔ اسی طرح خون بھی حرام ہے۔ پیشاب کی حُرمت تو ظاہر ہے خون کی حُرمت نصِ قطعی سے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"حرّمت عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير وما أهلّ لغير الله به" (المائدۃ:3)

علمائے عصر کی تائیدات(Endorsements):

چنانچہ جدید فقہی مباحث میں اس سے متعلق مذکور ہے: "خون دینا (Blood Transfusion) اضطراری حالت میں جائز ہے کیونکہ خون کوئی عضو نہیں ہے، نیا خون پیدا ہوتا رہتا ہے جو نکالے ہوئے خون کی تلافی کرتا ہے۔۔۔ نیز اس لیے بھی کہ فصد کھلوانا جائز ہے۔" (44)

مفتی اعظم محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: "کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچانے کا اس کے سوا (خون دیئے بغیر) کوئی اَور راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔" (45) نیز علماء عصر نے صراحت کی ہے کہ اگر خون بغیر قیمت کے نہ ملے تو بوقتِ ضرورت ہلاکت سے بچنے کے لیے اسے خریدنے کی بھی گنجائش ہے لیکن خون دینے والے کے لیے اسے فروخت کر کے اس کی رقم لینا، ناجائز اور حرام ہے۔

چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی کے اجلاس منعقدہ 1409ھ میں یہ قرارداد منظور ہوئی:

" اگر طبّی اغراض کے تحت خون چڑھانا ضروری ہو جائے اور بلاعوض حاصل نہ ہو سکے تو چوں کہ ضرورت کی وجہ سے بقدرِ ضرورت ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں اس لیے ایسی صورت میں خریدار کا معاوضہ دے کر خون حاصل کرنا حلال ہے، اور گناہ معاوضہ لینے والے پر ہے۔۔۔ یہ تبرّعات کے قبیل سے ہے نہ کہ معاوضات کے۔" (46)

ان دلائل اور اقتباسات سے معلوم ہوا کہ مجبوری اور اضطراری حالت میں دوسرے انسان کے خون سے انتفاع شرعاً جائز ہے بشر طیکہ دیندار ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ خون لینے کے علاوہ اَور کوئی حل نہیں ہے۔ نیز اس خون سے مریض کی جان بچانا یا ضَرر شدید سے تحفّظ(Protection) مقصود ہو، محض زیب وزینت بڑھانے اور جسمانی قوّت کا حصول مقصود نہ ہو، وگرنہ یہ جائزنہ ہوگا۔ جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں : " جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو یعنی جب ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں خون دینا ہر گز جائز نہیں ہے۔ " نیز اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتفصیل مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے جواہر الفقہ میں بعنوان" خون کا مسئلہ " بیان فرمائی ہے۔ (47)

نتائجِ تحقیق:

- انسانی بدن کی پیوند کاری کے لیے ایسے حلال جانوروں کی ہڈیوں اور اعضاء کا استعمال شرعاً جائز ہے جن کو اسلامی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو۔
- اگر انسانی جان یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور اس مطلوبہ عضو کا بدل حلال جانوروں میں نہ ملتا ہو تو ایسی مجبوری اور اضطراری حالت میں حرام اور غیر مذبوح (Unslaughtered) جانوروں کے اعضاء کے استعمال کی بھی، مفتٰی بہ قول کے مطابق گنجائش ہے۔
- اگر انسانی بدن کا کوئی عضو ناکارہ(Inefficient) ہو جائے اور کام چھوڑ دے تو اس کے متبادل(Alternative) کے طور پر جمادات یا غیر ذی روح(Soulless) چیزوں کو استعمال کر کے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کرنے میں شرعا کوئی حَرَج نہیں ہے۔
- کسی انسان کے جُدا شدہ یا کٹے ہوئے حصّے کو اس جسم میں اسی جگہ دوبارہ استعمال کرنا بلاشُبہ جائز ہے۔
- ایک انسان کے عضو کو کسی دوسرے کے بدن میں پیوند کاری کر کے استعمال کرنے کے جواز سے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ۔ دونوں طرف دلائل موجود ہیں لیکن جو حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں، قوّتِ دلائل کی بناپر ان کا قول راجح ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا کوئی عضو دوسرے کو دیتا ہے بشر طیکہ اسے عضو دینے سے ہلاکت یا ضرر شدید کا خطرہ لاحق نہ ہو اور وہ اپنی رضامندی سے محض ثواب کی نیت سے دے، تو یہ جائز ہے، لیکن قیمتاً بیچنا جائز نہیں۔ البتہ مریض کو اگر بغیر قیمت عضو نہ ملتا ہو اور وہ جان بچانے کے لیے قیمتاً کسی سے اس کا عضو خرید لے تو اس کے لیے خریدنے کی گنجائش ہے۔
- ایک انسان کا خون دوسرے کو لگانا عام حالات میں تو جائز نہیں ہے کیونکہ خون ایک نجس چیز ہے۔ تاہم مجبوری اور اضطراری حالت میں دوسرے انسان کی جان بچانے لیے اس سے انتفاع شرعی اعتبار سے جائز ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات (References)

(1)الفتاویٰ الہندیہ ،لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخي، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، 1310 ھ، ج:5، ص:354

Al-Fatawa Al-Hindiyya, Lujnat-ul-Ulama, Nizam al-Din Al-Bilkhi, Dar al-Fikr, second edition, 1310 AH, Vol.5, Page.354

(2)الفتاویٰ الہندیہ ،لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخي، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، 1310 ھ، ج:5، ص:354

Al-Fatawa Al-Hindiyya, Lujnat-ul-Ulama, Nizam al-Din Al-Bilkhi, Dar al-Fikr, Second Edition, 1310 AH, Vol.5, Page.354

(3) خالد بن علي بن محمد بن حمود بن علي المشیقح، فقہُ النوازل في العبادات، ص: 29

Khalid bin Ali bin Muhammad bin Hamud bin Ali al-Mushiqah, Fiqh al-Nawazil fi al-Ibadat, Page.29

(4) شائق، احسان اللہ، جدید معاملات کے شرعی احکام، دار الاشاعت، کراچی، فروری 2007ء، ج : 1 ، ص:96

Shaiq, Ahsanullah, Jadeed Muamlat k Shari Ahkam, Dar-ul-Isha'at, Karachi, February 2007, Vol.1, Page.96

(5) خالد بن علی بن محمد بن حمود بن علی، فقہُ النوازل فی العبادات، ص:30

Khalid bin Ali bin M. bin Hamud bin Ali, Fiqh al-Nawazal fi Al-Ibadat, Page:30

(6)خالد بن علی بن محمد بن حمود بن علی، فقہُ النوازل فی العبادات، ص:30

Khalid bin Ali bin M. bin Hamud bin Ali, Fiqh al-Nawazil fi Al-Ibadat, Page.30

(7)جدید فقہی مباحث، بحث و تحقیق اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃُ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 2009ء، ص: 2 ، ج: 564

Jadeed Fiqhi Mabahis, discussion and research Islamic Jurisprudence Academy India, Al-Qur'an and Al-Uloom Al-Islamiya Institute, Karachi, 2009, Vol.2, Page.564

(8)المُلّا القاري، علی بن محمد ابو الحسن نور الدین ، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت ، الطبعۃ الأولی، 1422ھ، ج:7 ، ص2805

Al-Mulla Al-Qari, Ali bin Muhammad Abu al-Hassan Noor al-Din, Mirqa'at al-Mafateeh Sharh Mishkaat al-Masabeh, Dar al-Fikr, Beirut, first edition, 1422 AH, Vol.7, Page.2805

(9) الترمذي ، محمد بن عیسی بن سَوْرۃ بن موسی، سنن الترمذي، دار الغرب الإسلامي بیروت، 1998 ء، ج:3، ص:293

Al-Tirmizi, Muhammad bin Isa bin Sawrah bin Musa, Sunan al-Tirmizi, Dar al-Gharb al-Islami Beirut, 1998, Vol.3, Page.293

(10)جدید فقہی مباحث، مقالہ از مفتی نظام الدین ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 2009ء، ج: 1، ص:222

Jadeed Fiqhi Mabahis, Thesis by Mufti Nizamuddin, Islamic Fiqh Academy India, Idarat al-Qur'an wa Uloom al-Islamiya, Karachi, 2009, Vol.1, Page.222

رحمانیؒ، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز کراچی، جون 2010ء، ج:5، ص:45

Rahmani, Khalid Saifullah, Jadeed Fiqhi Masail, Zamzam Publishers Karachi, June 2010, Vol.5, Page.45

(11)جامع الفتاویٰ، ناشر: ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان، ربیع الاول 1429ھ، سلامت اقبال پریس ملتان، ج:3، ص:330

Jami Al-Fatawa, Ashrafiya Publishing House, Multan, Rabi al-Awwal 1429 AH, Salamat Iqbal Press, Multan, Vol.3, Page.330

(12)الکاساني، علاء الدین أبو بکر بن مسعود الحنفي، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، دارُ الکتب العلمیۃ، الطبعۃُ الثانیۃ، 1406 / 1986، ج5، ص:133

Al-Kasani, Ala-ud-Din Abu Bakr bin Masoud al-Hanafi, Bada'i al-Sina'i fi Tarteeb-e-Sharai, Dar al-Kitab al-Alamiyyah, al-Tabaat al-Thaniyyah, 1406/1986, Vol.5, Page.133

(13)الکاساني، علاء الدین أبو بکر بن مسعود الحنفي، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، دارُ الکتب العلمیۃ، الطبعۃُ الثانیۃ، 1406 / 1986، ج5، ص:133

Al-Kasani, Ala-ud-Din Abu Bakr bin Masoud al-Hanafi, Bada'i al-Sina'i fi Tarteeb-e-Sharai, Dar al-Kitab al-Alamiyyah, al-Tabaat al-Thaniyyah, 1406/1986, Vol.5, Page.133

(14)الکاساني، علاء الدین أبو بکر بن مسعود الحنفي، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، دارُ الکتب العلمیۃ، الطبعۃُ الثانیۃ، 1406 / 1986، ج5، ص:133

Al-Kasani, Ala-ud-Din Abu Bakr bin Masoud al-Hanafi, Bada'i al-Sina'i fi Tarteeb-e-Sharai, Dar al-Kitab al-Alamiyyah, al-Tabaat al-Thaniyyah, 1406/1986, Vol.5, Page.133

(15)العثماني، محمد تقي، بحوث في قضایا فقهیه معاصره، دار النشر: دار القلم–دمشق، الطبعۃ: الثانیۃ، 1424ھ– 2003 ء، ص:283

Al-Othmani, M. Taqi, Researches on Contemporary Jurisprudential Issues, Dar al-Nashar: Dar al-Qalam-Damascus, Edition: Second, 1424 AH-2003 AD, Page.283

(16)خالد بن علي بن محمد بن حمود بن علي المشيقح، فقہُ النوازل في العبادات، ص:27

Khalid bin Ali bin Muhammad bin Hamud bin Ali al-Mushiqah, Fiqh al-Nawazal fi al-Ibadat, Page.27

(17)الشامي، ابن عابدين، محمد امين بن عمر بن عبد العزيز الدمشقي، الدر المختار وحاشية، رد المحتار،، دار الفكر-بيروت، الطبعۃ الثانيہ 1412ھ- 1992ء، ج:1، ص: 207

Al-Shami, Ibn Abidin, M. Amin bin Umar bin Abdul Aziz Al-Damashqi, Al-Durar al-Mukhtar and Hashiyya, Rad al-Muhthar, Dar al-Fikr-Beirut, Second Adition, 1412 A.H.-1992 A.D., Vol.1, Page.207

(18)الفتاویٰ الہندیہ ،لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخی، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ،1310ھ، ج:5، ص:354

Al-Fatawa Al-Hindia, Lujnat-ul-Ulama, Nizam al-Din Al-Bilkhi, Dar al-Fikr, Al-Taabat al-Thaniyyah, 1310 AH, Vol.5, Page.354

(19)جدید فقہی مباحث ،مقالہ از برُھان الدین سنبھلی، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃُ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، 2009ء، ج: 1 ، ص:189

Jadeed Fiqhi Mabahis, Paper by Burhanuddin Sambhali, Islamic Fiqh Academy India, Al-Qur'an and Uloom Al-Islamiya Institute, Karachi, 2009, Vol.1, Page.189

(20)البخاري، ابوعبداللہ محمد بن إسماعيل الجعفي، صحيح البخاري، دار طوق النجاة، الطبعۃ الأولی،1422ھ، ج:5، ص: 129

Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail al-Jaafi, Sahih al-Bukhari, Dar Tawq al-Najat, Al-Tabbat al-Awla, 1422 AH, Vol.5, Page.129

(21)البخاري، ابوعبداللہ محمد بن إسماعيل الجعفي، صحيح البخاري، دار طوق النجاة، الطبعۃ الأولی،1422ھ، ج:7، ص:165

Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail al-Jaafi, Sahih al-Bukhari, Dar Tawq al-Najat, Al-Tabbat al-ul-Awla, 1422 AH, Vol.7, Page.165

(22)السبکي، تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين، الأشباه والنظائر، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى 1411ھ– 1991ء، ج:1، ص:49

Al-Sabki, Taj al-Din Abd al-Wahhab bin Taqi al-Din, Al-Ashbah and Al-Nazir, Dar al-Kutub Al-Il-Imiya, First Edition 1411 AH – 1991 A.D, Vol.1, Page.49

(23) الزرقا، احمد بن الشیخ محمد، شرح القواعد الفقہیہ، دار القلم -دمشق / سوریا، الطبعۃ: الثانیۃ،1409ھ /1989ء، ص:157

Al-Zarqa, Ahmad bin Al-Sheikh Muhammad, Sharh al-Qasas al-Fiqhiyyah, Dar al-Qalam-Damascus / Syria, Edition: 2nd, 1409 AH /1989, Page.157

(24) محمد صدقي بن أحمد بن محمد الغزي، موسوعۃُ القواعد الفقہیہ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی،1424 ھ / 2003 ء، ج: 2، ص:360

Muhammad Sadiq bin Ahmed bin Muhammad Al-Ghazi, Musawat al-Qasas al-Fiqhiyyah, Al-Risalah Foundation, Beirut, First Edition, 1424 AH/2003 AD, Vol.2, Page.360

(25)الزحيلي، الدكتور محمد مصطفى، الوجيز في أصول الفقه الإسلامي ، دار الخير للطباعةِ والنشرِ والتوزيعِ، دمشق–سوريا، الطبعة الثانية،1427 ھ – 2006 ء ج:1، ص: 125

Al-Zahili, Dr. M. Mustafa, Al-Awjiz fi Asul al-Fiqh al-Islami, Dar al-Khair for publication and distribution, Damascus - Syria, second edition, 1427 AH-2006 AD Vol.1, Page.125

(26)الزحيلي، الدكتور محمد مصطفى، الوجيز في أصول الفقه الإسلامي ، دار الخير للطباعةِ والنشرِ والتوزيعِ، دمشق–سوريا، الطبعة الثانية،1427 ھ – 2006 ء ج:1، ص: 125

Al-Zahili, Dr. M. Mustafa, Al-Awjiz fi Asul al-Fiqh al-Islami, Dar al-Khair for publication and distribution, Damascus - Syria, second edition, 1427 AH-2006 AD Vol.1, Page.125

(27) الشامي، ابن عابدين، محمد امين بن عمر بن عبد العزيز الدمشقي، الدر المختار وحاشية، رد المحتار، دار الفكر- بيروت، الطبعة الثانية، 1412ه- 1992ء، ج: 6، ص: 340

Al-Shami, Ibn Abidin, M. Amin bin Umar bin Abdul Aziz Al-Damashqi, Al-Durar al-Mukhtar and Hashiyya, Rad al-Muhthar, Dar al-Fikr-Beirut, Second Adition, 1412 A.H.-1992 A.D., Vol.6, Page.340

(28) الشامي، ابن عابدين، محمد امين بن عمر بن عبد العزيز الدمشقي، الدر المختار وحاشية، رد المحتار، دار الفكر- بيروت، الطبعة الثانية، 1412ه- 1992ء، ج: 6، ص: 340

Al-Shami, Ibn Abidin, M. Amin bin Umar bin Abdul Aziz Al-Damashqi, Al-Durar al-Mukhtar and Hashiyya, Rad al-Muhthar, Dar al-Fikr-Beirut, Second Adition, 1412 A.H.-1992 A.D, Vol.6, Page.340

(29) الفتاویٰ الهندية، لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، دار الفكر، الطبعة الثانية: 1310 ھ، ج:5، ص:355

Al-Fatawa Al-Hindiya, Lujnat-ul-Ulama, Nizam al-Din Al-Bilkhi, Dar al-Fikr, Second Edition:1310AH, Vol.5, Page.355

(30) الفتاویٰ الهندية، لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، دار الفكر، الطبعة الثانية: 1310 ھ، ج:5، ص:355

Al-Fatawa Al-Hindiya, Lujnat-ul-Ulama, Nizam al-Din Al-Bilkhi, Dar al-Fikr, Second Edition:1310AH, Vol.5, Page.355

(31) المُلّا القاري، علي بن محمد، أبو الحسن نور الدين الهروي، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، دار الفكر، بيروت، الطبعة: الأولى، 1422ھ- 2002ء، ج:7، ص: 2805

Al-Mulla Al-Qari, Ali bin Muhammad Abu al-Hassan Noor al-Din, Mirqa'at al-Mafateeh Sharh Mishkaat al-Masabeh, Dar al-Fikr, Beirut, First Edition, 1422 AH-2002, Vol.7, Page.2805

(32) الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاک، سنن الترمذي، دارُ الغرب الإسلامي، بيروت، 1998 ء، ج:3، ص: 293

Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa bin Sawrah bin Musa bin Al-Dahhak, Sunan al-Tirmidhi, Dar al-Gharb al-Islami, Beirut, 1998, Vol.3, Page.293

(33) السمرقندي، محمد بن أحمد بن أبي أحمد أبو بكر علاء الدين، تحفة الفقهاء، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الثانية، 1414 ھ- 1994 ء، ج: 3، ص: 345

Al-Smarqandi, Muhammad bin Ahmed bin Abi Ahmed Abu Bakr Alauddin, Tuhfa al-Fiqaha, Dar al-Kutub al-Alamiyyah, Beirut-Lebanon, second edition, 1414 AH-1994 AD, Vol.3, Page.345

(34) ابن نُجيم، زين الدين بن إبراهيم المصري، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة الثانية، ج:8، ص:233

Ibn Nujaim, Zain al-Din bin Ibrahim al-Masri, Al-Bahr al-Ra'iq, Sharh Kinz al-Daqayq, Dar al-Kitab al-Islami, al-Tabbat al-Saniyyah, Vol.8, Page.233

(35) الزُّحَيْلِي، وَهْبَة بن مصطفى، رئيس قسم الفقه الإسلاميّ وأصوله، الفقه الإسلامي وأدلته، بجامعة دمشق، دار الفكر-سوريّا، ج: 4، ص: 2955

Al-Zuhaili, Wahbah bin Mustafa, head of Islamic Jurisprudence and Usula, Islamic Jurisprudence and Adlata, University of Damascus, Dar al-Fikr-Syria, Vol.4, Page.2955

(36) رحمانی ؒ، خالد سیف اللہ، خلاصہ ماخوذ از جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز کراچی، جون 2010ء، ج: 5، ص: 49

Rahmani, Khalid Saifullah, Jadeed Fiqhi Masail, Zamzam Publishers Karachi, June 2010, Vol.5, Page.49

(37) جدید فقہی مباحث، بحث و تحقیق: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃُ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 2009ء، ج: 1، ص: 230

Jadeed Fiqhi Mabahis, Debates and Research: Islamic Fiqh Academy India, Al-Qur'an and Al-Uloom Al-Islamiya Institute, Karachi, 2009, Vol.1, Page.230

(38)رحمانیؒ، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، اسلام اور جدید میڈیکل سائنس، زمزم پبلشرز کراچی، جون2010ء، ج: 5 ، ص:58

Rahmani, Khalid Saifullah, Jadeed Fiqhi Masail, Zamzam Publishers Karachi, June 2010, Vol.5, Page.58

(39)جدید فقہی مباحث، بحث و تحقیق: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 2009ء، ج: 2 ، ص:564

Jadeed Fiqhi Mabahis, debates and research: Islamic Fiqh Academy India, Al-Qur'an and Al-Uloom al-Islamiya Institute, Karachi, 2009, Vol.2, Page.564

(40)البخاري، ابوعبداللہ محمد بن إسماعيل الجعفي، صحيح البخاري، دار طوق النجاة، الطبعة الأولى، 1422ھ،، ج:7، ص:123

Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail al-Jaafi, Sahih al-Bukhari, Dar Tawq al-Najat, Al-Tabbat al-Uola, 1422 AH, Vol.7, Page.123

(41) رحمانیؒ، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز کراچی، جون2010ء، ج:1، ص:216

Rahmani, Khalid Saifullah, Jaded Fiqhi Masail, Zamzam Publishers Karachi, June 2010, Vol.1, Page.216

(42) العثمانیؒ، مفتی محمد شفیع، جدید مسائل کے شرعی احکام،، از افادات:، ناشر: مکہ کتاب گھر، ص:27

Al-Uthmani, Mufti Muhammad Shafi, Jadeed Masil ky Shari Ahkam, Makkah Kitab Ghar, Page.27

(43)الفتاویٰ الہندیہ، لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین البلخي، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، 1310ھ، ج:5، ص: 355

Al-Fatawa Al-Hindiya, Lujnat-ul-Ulama, Nizam al-Din Al-Bilkhi, Dar al-Fikr, second edition, 1310 AH, Vol.5, Page.355

(44)جدید فقہی مباحث، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 2009ء، ج:: 1 ، ص: 195

Jadeed Fiqhi Mabahis, Islamic Fiqh Academy India, Al-Qur'an and Al-Uloom al-Islamiya Institute, Karachi, 2009, Vol.1, Page.195

(45) العثمانیؒ، مفتی محمد شفیع، جدید مسائل کے شرعی احکام،، از افادات:، ناشر: مکہ کتاب گھر، ص:26،27

Al-Usmani, Mufti Muhammad Shafi, Jadeed Masil ky Shari Ahkam, Makkah Kitab Ghar, Page.26, 27

(46)رحمانیؒ، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، زمزم پبلشرز کراچی، جون2010ء، ج:1، ص:226

Rahmani, Khalid Saifullah, Jadeed Fiqhi Masail, Zamzam Publishers Karachi, June 2010, Vol.1, Page.226

(47) العثمانی، مفتی محمد شفیعؒ، جواہر الفقہ ، مکتبہ معارف القرآن کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1341ھ / نومبر2010ء، ج: 7 ، ص:44تا50

Al-Usmani, Mufti Muhammad Shafi, Jawahar al-Fiqah, Maktaba Ma'arif-ul-Qur'an Karachi, New Edition: Dhul-Hijjah 1341 AH / November 2010, Volume: 7, Pages: 44 to 50